© rasailojaraid.com

ہم اِس مُلک میں کیا تغیّرات چاہتے ہیں

مولانا امین احسن اِصلاحی

[یہ وہ تقریر ہے جو مولانا نے ۱۱ نومبر ۱۹۵۱ء کو جماعت اسلامی کے اجتماع عام منعقدہ کراچی میں ارشاد فرمائی] :

خطبہ مسنونہ کے بعد ——————

حاضرین اور خواتین - شائع شدہ پروگرام سے آپ کو اس بات کا علم ہو چکا ہو گا کہ مجھے اس وقت آپ کو یہ بتانا ہے کہ ہم اس ملک میں کیا تغیرات چاہتے ہیں۔

اگر آپ اس سوال کا جواب مجھ سے دو لفظوں میں چاہیں تو میں اس کا یہ جواب دے سکتا ہوں کہ ہم اس ملک کی زندگی کے ہر شعبہ میں پورے اسلام کو لانا چاہتے ہیں۔ یہ چیز، جیسا کہ آپ حضرات کو اچھی طرح علم ہوگا، صرف ہمارے ہی پیش نظر نہیں ہے بلکہ جہاں تک اقرار و اظہار اور ادعا و اعلان کا تعلق ہے پاکستان کے تخیل کی ابتدا سے لے کر آج تک شاید ہی کوئی ایسی جماعت اٹھی ہو جس نے اپنا منتہا اس مقصد کو نہ بتایا ہو۔ اس مملکت کے تخیل کو ایک مقدس تخیل جس چیز نے بنایا وہ ہمارے لیڈروں کا یہ بار بار کہنا ہی تھا کہ ہمیں ایک آزاد خطۂ زمین کی ضرورت ہے جہاں ہم اپنی قوم کو اسلام کے اصولوں اسلام کے عقائد، اور اسلام کے سکھائے اور بتلائے ہوئے اخلاق و اعمال کے مطابق آزادانہ تربیت دے سکیں۔ پھر جب اس مملکت کو تائیدِ ایزدی نے قائم کرا دیا تو اس کے بعد بھی ہمارے لیڈر حضرات عموماً یہی بات دُہراتے رہے ہیں۔ اس ملک کے عوام کی زبانوں پر بھی یہی چیز رہی ہے اور اس ملک کے خواص بھی اس بات کو کہتے رہے ہیں۔ ہمارے نئے تعلیم یافتہ لوگ بھی یہی نعرہ لگاتے رہے ہیں اور ہمارے علماء بھی اسی بات کا وعظ کرتے رہے ہیں۔ ادھر پچھلے چند سالوں کے اندر ہماری قوم کے مختلف طبقات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف سے جو بات سب سے زیادہ دہرائی گئی ہے اور مختلف اسلوبوں اور طریقوں سے دہرائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ ہم اس ملک میں اسلامی نظامِ حیات لانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی زندگی کے ہر گوشے میں ہی اصول و نظریات کار فرما دیکھنا چاہتے ہیں جن کی تعلیم اسلام نے ہم کو دی ہے۔

ایک ایسی عام حکایت اور ایسی مشہور داستان، جو اس طرح افسانۂ بزم و انجمن ہو، جس کو ہر شخص نے سنا ہو اور جس کو سب دہرا بھی رہے ہوں، آپ حیران ہونگے کہ اسی کو اس موقع پر پھر دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر یہی بات سب کہہ رہے ہیں اور اس ملک کے اربابِ کار کو اور اس ملک کی نمایاں پارٹیوں کو اس سے پورا پورا اتفاق ہے تو پھر یہ بات بار بار کیوں کہی جائے؟ کیوں نہ صبر کے ساتھ حالات کا انتظار کیا جائے اور کام کرنے والوں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے؟ یہ سوال آپ کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہوگا۔ اس لیے میں سب سے پہلے اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

اس مسئلہ پر بار بار بحث کرنے کی ضرورت ہمیں جن اسباب سے پیش آتی ہے وہ تین ہیں:-

اس کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سبب تو ہماری قوم کی جہالت ہے۔ ہماری قوم اسلام سے محبت تو رکھتی ہے اور فی الواقع اس کی خواہش اور تمنا بھی یہی ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظامِ حیات آئے لیکن وہ جانتی نہیں کہ اسلام ہے کیا چیز؟ اس وجہ سے جو چیز بھی اسلام کے نام سے پیش کر دی جاتی ہے وہ بڑی آسانی سے اسی کو اسلام سمجھ بیٹھتی ہے۔ ہماری قوم کی اس کمزوری سے اس ملک کے لیڈروں نے بڑا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں انہیں بہت بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے۔ انہوں نے جس چیز کو بھی قوم میں مقبول بنانا چاہا ہے، خواہ اسے اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہ ہو، اس پر اسلام کا لیبل لگا کر اس کو قوم کے سامنے رکھ دیا ہے اور تھوڑے دنوں کے پروپگنڈے کے بعد وہ خالص جاہلی چیز اسلامی بن گئی ہے۔ قوم کی اس بے خبری کی وجہ سے اس بات کی بڑی شدید ضرورت ہے کہ ہم اس کو یہ بتاتے رہیں کہ جس اسلام کو وہ چاہتی ہے وہ فی الحقیقت ہے کیا؟ اور جس اسلامی نظامِ حیات کی وہ تمنا رکھتی ہے جب وہ کسی سرزمین پر قائم ہوگا تو اس کے نمایاں خط و خال کیا ہونگے اور کن کن پہلوؤں سے وہ دنیا کے سارے نظاموں سے ایک بالکل نمایاں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ممتاز چیز ہو گا۔ اور اس سرزمین کے باشندوں کے لیے اپنے ساتھ کیا کیا آسمانی برکتیں لائیگا؟ اگر ہماری یہ کوشش برابر جاری نہ رہی تو ہمیں جس قسم کے بے خبروں اور جس ٹائپ کے ہوشیاروں سے سابقہ ہے اس کی بنا پر ہمیں اندیشہ ہے کہ قوم کے سامنے سونے کے نام سے پیتل رکھ دیا جائے گا اور وہ اسی کو سونا سمجھ لے گی۔

دوسری چیز جس کے سبب سے اس کی بار بار وضاحت کرنی پڑتی ہے وہ ہماری قوم کے لیڈروں کی نہایت کھلی ہوئی منافقت ہے۔ اب یہ حقیقت محتاج ثبوت نہیں رہی ہے کہ جو لوگ ہماری قوم کی قیادت فرما رہے ہیں وہ منافقت کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ وہ جن چیزوں کا قوم سے بار بار اس شد و مد کے ساتھ وعدہ کر رہے ہیں تمام قرائن و شواہد اس بات کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں کہ وہ ان چیزوں میں سے ایک چیز کو بھی بروئے کار لانا نہیں چاہتے۔ وہ بار بار جمہوریت کا نام لیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے دورِ اقتدار میں جمہوریت کی آبرو مٹا کے رکھ دی ہے۔ وہ بار بار اسلام کا نام لیتے ہیں۔ لیکن ان کا ہر قدم جو اٹھتا ہے وہ کھلم کھلا اسلام کے خلاف اٹھتا ہے۔ وہ اپنی تقریروں میں رسول اللہ صلعم کا نام نامی دُہراتے ہوئے نہیں تھکتے۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ صلعم کی سنت کے مٹانے میں عملاً اور قولاً جو جسارت دکھائی ہے اس کی مثال مشکل ہی سے کہیں اور مل سکے گی۔ وہ قرآن کا نام بار بار لیتے ہیں۔ لیکن نہ وہ قرآن کی کسی بات سے واقف ہیں اور نہ اس کی کسی بات سے واقف ہونے یا اس پر عمل کرنے کے خواہشمند ہیں۔ نہ وہ اپنی انفرادی زندگیوں میں اس اسلام کا کوئی ثبوت دیتے ہیں جس اسلام کے ذکر سے اُن کی تقریریں معمور ہوتی ہیں اور نہ اپنی سیاسی و اجتماعی زندگی میں اب تک انہوں نے کوئی ایسا قدم اٹھایا ہے جس کو اسلامی قدم سے تعبیر کیا جا سکے۔

میں اُن کی انفرادی زندگیوں سے غضِ بصر کیے لیتا ہوں ـــ میں نے "غضِ بصر" کا لفظ بالقصد استعمال کیا ہے اس لیے کہ ان کی انفرادی زندگیاں اپنے اندر اتنی مکروہ بات رکھتی ہیں کہ ایک شریف اور معقول آدمی کو ان سے غضِ بصر ہی کرنا پڑتا ہے ـــ البتہ مجھے اُن کی اجتماعی زندگی سے بحث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کا پورا پورا حق ہے اور مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج تک انہوں نے اپنی اجتماعی و سیاسی زندگی کے میدان میں جتنے کارنامے بھی انجام دیے ہیں اُن میں قرارداد مقاصد کے سوا ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کے اندر اسلام کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ انہوں نے جو چیز بھی پیش کی ہے وہ خالص جاہلی پیش کی ہے۔ انہوں نے جتنے قدم بھی اٹھائے ہیں سب غیر اسلام کی راہ میں اُٹھائے ہیں۔ اور جتنے کام بھی کیے ہیں وہ سب ایسے ہیں جو اسلام میں مطلوب نہیں بلکہ نامطلوب تھے۔ اسلام کے دعوے کے ساتھ ساتھ اسلام کی ایسی کھلی خلاف ورزیاں دیکھ کر ہم مجبور ہوتے ہیں کہ قوم کو بار بار یہ سمجھاتے رہیں کہ جس اسلام کو وہ چاہتی ہے وہ اسلام ان لیڈروں کے اسلام سے بالکل مختلف چیز ہے اور اس کو عملاً اس ملک میں لانے کے لیے ان لیڈروں پر اعتماد کرلینا انتہائی نادانی ہوگی۔ اگر اس کو فی الواقع لانا ہے تو اس کے لیے پورے شعور کے ساتھ جدوجہد کرنی پڑے گی بلکہ عجب نہیں کہ اس راہ میں قربانیاں بھی دینی پڑیں۔ یہ کام بظاہر اس آسانی کے ساتھ ہوتا نظر نہیں آتا جس آسانی کے ساتھ اس کے ہونے کی بہت سے لوگ توقع کیے بیٹھے ہیں۔

ایک تیسرا سبب جو اس حقیقت کو بار بار دُہرانے اور واضح کرنے پر ہمیں مجبور کرتا ہے وہ ہماری قوم کے اندر ایک ایسے طبقہ کا پایا جانا ہے جو بدقسمتی سے جہالت اور منافقت کے ساتھ ساتھ شرارت کے روگ میں بھی مبتلا ہے۔ ممکن ہے آپ اس لفظ کے اندر کچھ سختی اور کرختگی محسوس کرتے ہوں، لیکن اسلام کے ساتھ، اسلامی تعلیمات و عقائد کے ساتھ، اسلامی نظام حیات کے ساتھ، اسلامی افکار و نظریات کے ساتھ، قرآنی اصول حیات کے ساتھ، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھ ان لوگوں کا جو رویّہ ہے وہ کھلم کھلا معاندانہ ہے، اس لیے میں مجبور ہوں کہ ان کے اس رویّہ کو شرارت کے لفظ سے تعبیر کروں۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمانوں کے اندر شامل سمجھے جاتے ہیں اور ان کی خود بھی خواہش اور کوشش یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے اندر شامل رہیں، لیکن یہ اسلام کی نہایت واضح تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلامی احکام پر پھبتیاں کستے اور فقرے چست کرتے ہیں۔ اسلامی نظام کے خلاف عوام کو بدگمان کرنے کے لیے طرح طرح کی باتیں کستے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ کبھی اسلام کو ملّا ازم کے نام سے پکارتے ہیں۔ کبھی اسلام کو دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام کے لانے کے معنی اس ملک میں جاگیردارانہ نظام کے احیاء کے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر اسلامی نظام آیا تو نخاسوں پر اس طرح لونڈیاں اور غلام بکیں گے جس طرح کبھی بکتے رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر اس ملک میں اسلام کا قانون جاری ہوا تو نہ کسی کا سر سلامت رہے گا نہ کسی کے ہاتھ پہنچے سلامت رہیں گے اور نہ کسی کا تن بدن سلامت رہیگا۔ معمولی باتوں پر لوگوں کے سر قلم کر دیے جائیں گے۔ ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ اور سنگسار کر کے جسموں کے پرخچے اڑا دیئے جائیں گے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید جو چودہ سو سال پہلے کے مسائل کو حل کرنے کے لیے آیا تھا اب وہ چودہ سو سال بعد کے مسائل کے حل کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اب دنیا کہاں سے کہاں نکل جا چکی ہے اور ملّا ابھی تک اپنی ہی رٹ لگائے چلا جا رہا ہے۔ وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اسلامی تاریخ سے ایسی چیزیں نکال رہے ہیں جن کی مدد سے اسلامی تاریخ کے اصلی خط و خال کو مٹایا جا سکے۔ ان کے نزدیک ہماری تاریخ کی سب سے زیادہ نمایاں چیزیں وہ چند لغزشیں ہیں جو کسی شخص سے پچھلے زمانہ میں صادر ہو گئی ہوں۔ اگر اس طرح کی کچھ لغزشیں ان کو ہاتھ آجاتی ہیں تو اُن کو وہ خاص اہتمام سے نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام تو یہی کچھ سکھلانے کے لیے آیا تھا۔ یہودیوں نے جس طرح انبیاء علیہم السلام کے متعلق تہمتیں تراشی تھیں، اُسی طرح یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تہمتیں تراشتے ہیں۔ ہماری تاریخ کے پچھلے دور میں اگر اسلامی اصولوں کی کچھ غلط تعبیریں کسی نے کی ہیں تو اُن کو نئے آب و رنگ کے ساتھ اس طرح پیش کیا جا رہا ہے گویا اسلام کی حقیقی تعبیریں یہی ہیں۔ بسا اوقات بعض باتیں نہایت غلط طور پر بعض بزرگوں کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں اور پھر ان کی ثقاہت و بزرگی کا حوالہ دیکر اُن کو مسلمانوں کے سامنے اس لیے پیش کیا جاتا ہے کہ عوام کے اندر غلط فہمیاں پھیلائی جائیں۔ حالانکہ اُن بزرگوں کے ذہنوں میں اُن باتوں کا کبھی خطرہ بھی نہیں گذرا ہوگا۔

یہ تین سبب ہیں جن کی وجہ سے ایک ہی داستان ہمیں بار بار مختلف اسلوبوں سے دہرائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک ہی کتھا بار بار سنانی پڑتی ہے۔ اس کے لیے ہمیں وسیع لٹریچر شائع کرنا پڑا ہے اور انہی خطرات سے اپنی قوم کو بچانے کے لیے ہمیں اُن مسائل کو بھی دلائل و براہین سے ثابت کرنا پڑا ہے جو مسائل ہمارے دین میں دو دو چار کی طرح بالکل واضح اور قطعی ہیں۔ اگر ہمیں اس جہالت، اس منافقت، اور اس شرارت سے سابقہ نہ ہوتا تو ہمارا کام نہایت آسان تھا۔ ہماری قوم کو اسلام سے زیادہ کوئی چیز بھی محبوب نہیں ہے اور وہ اس کو اختیار کرنے کے لیے ہرگز کسی دلیل وحجت کی منتظر نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ اسلام سے اچھی طرح آشنا نہیں ہے اس لیے اگر کچھ لوگ اس کو دھوکا دینا چاہیں تو بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں۔

یہ مَیں نے جو کچھ عرض کیا ہے یہ میری تقریر کی تمہید تھی۔ چونکہ اکثر لوگ جو صحیح صورتِ حال سے ناواقف ہیں یا سادہ لوح واقع ہوئے ہیں، اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ جب اس ملک کے لیڈر بار بار وعدہ کر رہے ہیں کہ ہم اس ملک میں اسلامی نظام ہی قائم کریں گے تو آخر جماعت اسلامی اس چیز کے لیے اس قدر کیوں ہنگامہ اٹھائے ہوئے ہے؟ اس لیے میں نے اس موقع پر اس کی وضاحت کر دینی ضروری سمجھی کہ ہم کن وجوہ سے اس بار بار کی یاددہانی کی زحمت برداشت کر رہے ہیں۔

اب میں آپ کو یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ ہم اس ملک میں کس طرح کے تغیرات لانا چاہتے ہیں۔ اس کا اجمالی جواب تو میں آپ کو دے چکا ہوں کہ ہم اس ملک میں اسلام کو لانا چاہتے ہیں۔ خالص اسلام کو، سو فیصدی اسلام کو، زندگی کے ہر گوشہ میں اسلام کو۔ لیکن یہ سوال کا ایک اجمالی جواب ہوا۔ مجھے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ آپ کو بتانا ہے کہ ہم اس ملک میں کس ہمہ گیر انقلاب کے طالب ہیں؟ ہم اس ملک میں بننے والے دستور کے متعلق یہ چاہتے ہیں کہ وہ سو فیصدی اسلام کے اصولوں پر بنے۔ ہم اس ملک میں قائم ہونے والی تہذیب کے متعلق یہ چاہتے ہیں کہ وہ سو فیصدی اسلام کا رنگ لیے ہوئے ہو۔ ہم اس ملک میں قائم ہونے والے نظامِ تعلیم کو چاہتے ہیں کہ وہ خالصاً اور کلیتہً کتاب وسنت کی اساس پر ہو۔ ہم اس

© rasailojaraid.com

ملک کے معاشی نظام کو بھی خالص اسلامی اصولوں پر مبنی دیکھنا چاہتے ہیں۔ الغرض ہماری تمنا اور کوشش یہ ہے کہ اس ملک کی زندگی کے ہر گوشہ پر اللہ کا رنگ چڑھ جائے۔ کوئی کونا اور گوشہ بھی صبغۃ اللہ کی تنویر سے محروم نہ رہے۔ جب تک ایک نقطہ کے برابر بھی کسی گوشہ میں ایسی جگہ باقی رہے گی جس پر اسلام کا چھاپ نہ ہوگا، اس وقت تک ہم سمجھیں گے کہ ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا اور ہم برابر اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کے ہر گوشہ پر اپنے دین کو قائم فرما دے۔

سب سے پہلے آپ اس ملک کے بننے والے دستور کو لیجیے اور یہ دیکھیے کہ ہم اس میں کن باتوں کا ہونا ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔ یہ میں یہاں واضح کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میرے لیے اس وقت تفصیلات میں جانے کا موقع نہیں ہے۔ میں صرف اصولی باتوں ہی کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں۔

ہم اس ملک کے دستور میں سب سے پہلی بات یہ چاہتے ہیں کہ اس میں خدا کی حاکمیت کا نہایت صاف اور واضح الفاظ میں اقرار کیا جائے۔ اگرچہ قرارداد مقاصد کے بعد خدا کی حاکمیت کے اقرار کا مسئلہ بظاہر ایک متفق علیہ حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت صورت معاملہ یہ نہیں ہے۔ ہم مختلف وجوہ کی بنا پر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس معاملہ میں ہمارے لیڈروں کے ذہن ابھی صاف نہیں ہیں۔ ہمارے لیڈر حضرات اس معاملہ میں قرآن مجید کے بجائے بعض مسلمان ممالک کے دساتیر سے الہام حاصل کر رہے ہیں۔ جس طرح بعض مسلمان ممالک کے دساتیر کا آغاز تو خدا کے نام سے ہوتا ہے لیکن خدا کے نام کے بعد پہلی ہی سطر جو شروع ہوتی ہے وہی خدا کے نام کی نفی کر دیتی ہے۔ اسی طرح شاید ہمارے لیڈر بھی یہ سوچ رہے ہیں کہ پاکستان کے دستور کی بسم اللہ تو خدا کے نام سے ہو لیکن اس کے بعد پورا دستور اپنے من مانے اصولوں پر بنا دیا جائے۔ جس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوئے کہ اگر آپ اس دستور کو پڑھیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ آپ نے اس کو شروع تو کیا ہے اللہ کے نام سے لیکن ہے وہ درحقیقت امریکہ یا فرانس یا کسی اور کافر ملک کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دستور۔ بلکہ اس کے لیے اس سے زیادہ موزوں تشبیہ یہ ہو گی کہ آپ نے آغاز تو کیا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم سے، لیکن اس کے بعد گرنتھ صاحب یا ژند کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اگر فی الواقع ان حضرات کے پیشِ نظر یہ چیز ہے کہ وہ اللہ کے نام سے ایک ایسا دستور بنائیں جس کو اللہ کی توحید سے، اللہ کی تعلیم سے، اللہ کی شریعت سے، اللہ کے احکام سے کوئی تعلق نہ ہو، تو ان کے لیے زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ وہ ایسے دستور میں اللہ کا نام نہ استعمال کریں۔ اس طرح وہ اللہ کے نام کا احترام نہیں قائم کریں گے بلکہ اللہ کے نام کی توہین کریں گے۔ اور اپنے جرم پر خدا کو گواہ ٹھہرائیں گے۔

یہ نہ خیال فرمائیے کہ یہ اندیشے میں محض بدگمانی کی بنا پر ظاہر کر رہا ہوں۔ بلکہ یہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں نہایت معقول وجوہ کی بنا پر عرض کر رہا ہوں۔ دستوری سفارشات کی کمیٹیوں نے اب تک جو کچھ آپ کے سامنے رکھا ہے اس میں کے فیصدی اسلام آپ نے پایا ہے؟ ابھی پچھلے دنوں ہمارے سامنے ایک مضمون آیا تھا جو مرکزی حکومت کے ایک بڑے ذمہ دار آدمی کا لکھا ہوا تھا۔ اس میں خدا کی حاکمیت کی جو تشریح کی گئی تھی وہ جمہور کی حاکمیت سے ذرا بھی مختلف نہیں تھی۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ پاکستان میں حکومت اگرچہ نظری طور پر تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہو گی، لیکن عملاً چونکہ اس حکومت کو انسان ہی چلائیں گے، اس لیے حکومت درحقیقت انسانوں ہی کی ہو گی اور وہ جس طرز پر بھی حکومت کو چلائیں، وہ خدا ہی کی حکومت کہلائے گی۔ ہمارے نزدیک خدائی حکومت کی یہ تشریح نہ صرف غلط ہے، بلکہ یہ نہایت غلیظ قسم کا شرک ہے۔ ہم اس ملک میں ایسا دستور نہیں چاہتے جو خدا کی حاکمیت کے تصور کو اتنا مبہم چھوڑ دے کہ اس کی ہر قسم کی من مانی تاویلیں کی جا سکیں، اور اہلِ اغراض اس کو ہر قسم کے معنی پہنا سکیں۔ ہم صرف یہ نہیں چاہتے کہ دستور میں خدا کی تکوینی حاکمیت کا اقرار کیا جائے، بلکہ خدا کی تکوینی حاکمیت کے ساتھ ساتھ اُس کی تشریعی حاکمیت کے اقرار کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم صرف یہی نہیں چاہتے کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا جائے بلکہ اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کا پڑھنا بھی ناگزیر ہے۔ اس لیے کہ جب تک لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ شامل ہو، اُس وقت تک لا الٰہ الا اللہ کہنا بھی بے معنی ہے۔ اللہ کی حاکمیت ہماری عملی زندگی پر اسی وقت مؤثر ہو سکتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب اُس کی تکوینی حاکمیت کے ساتھ اُس کی تشریعی حاکمیت پر بھی ایمان لایا جائے، اور خدا کی تشریعی حاکمیت کے مظہر چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلعم کو زندگی کے ہر شعبے میں واجب الاطاعت ہادی اور واجب الاطاعت لیڈر مانا جائے۔ جب تک کہ یہ نہ مانا جائے کہ ہمارے حکمرانِ حقیقی نے اپنے احکام و قوانین سے ہم کو مطلع کرنے کے لیے محمد رسول اللہ صلعم کو بھیجا ہے اور رسول اللہ کے امر و ارشاد کے مقابلہ میں کسی اور کے امر و حکم کو تسلیم کرنا کفر ہے، اس وقت تک نہ اللہ کی حاکمیت کے اقرار کا حق ادا ہو سکتا ہے نہ رسول کی رسالت کے اقرار کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ اس لیے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دستور میں خدا کی حاکمیت کا اقرار کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ دستور میں کتاب اللہ کی اطاعت، رسول اللہ صلعم کی اطاعت، اور سنت خلفائے راشدین کی پیروی کا اقرار کیا جائے۔ خدا کی حاکمیت کا منشاء صحیح صحیح طور پر اُسی وقت بروئے کار آسکتا ہے جب اُس کا اقرار مذکورۂ بالا حقیقتوں کے اقرار کے ساتھ کیا جائے۔ اس کے بغیر خدا کی حاکمیت کا اقرار کرنا یا نہ کرنا، دونوں یکساں ہیں۔ ہم اگر اجتماعی طور پر متدین کر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس طرح خدا کی حاکمیت کا اقرار کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر یہ خیال کرنا کہ ہم نے اپنے دستور میں خدا کی حاکمیت کا اقرار کیا ہے ایک بالکل بے معنی سی بات ہے۔ میں یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ جن مسلمان ممالک میں اس وقت دستور کے نام سے کوئی چیز موجود ہے اُن میں سے کسی دستور میں بھی ان شرائط کے ساتھ خدا کی حاکمیت کا اقرار نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے پاکستان کا دستور بناتے وقت اُن کو رہنمائی کے لیے اپنے سامنے رکھنا، ایک نہایت ہی سخت قسم کی احمقانہ غلطی ہوگی۔

دوسری چیز جو ہمارے دستور کی نمایاں خصوصیت ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ یہ تقسیم دین و دنیا کے نظریے کی تمام آلودگیوں اور خرابیوں سے بالکل پاک ہو۔ وہ سوفیصدی اس نظریہ پر بنایا جائے کہ ہمارا دین ہماری دنیا کے ہر گوشے پر حاوی ہے۔ ہمارا دین عیسائیوں یا ہندوؤں کے دین کی طرح صرف پوجاپاٹ کی حد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ وہ ہماری زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ہم کو احکام و ہدایات دیتا ہے اور ان تمام احکام و ہدایات کو وہ ہمارے لیے یکساں طور پر واجب اور ضروری قرار دیتا ہے۔ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس طرح ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہم مسجد میں جائیں تو کس طرح نماز پڑھیں، اُسی طرح ہم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ جب ہم بازار میں جائیں تو کس طرح سے معاملات کریں۔ وہ جس طرح ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہماری انفرادی زندگی کی ترقیوں کے لیے کن اصولوں کی پیروی ضروری ہے اُسی طرح وہ ہم کو یہ بھی بتاتا ہے کہ ہماری اجتماعی زندگی کی صلاح و فلاح کے لیے صحیح رہنما اصول کیا ہیں۔ وہ جس طرح ہم کو نماز کے اصول سکھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اِن اصولوں کی ادنیٰ خلاف ورزی سے ہماری نماز فاسد ہو جائے گی اُسی طرح وہ ہمیں سیاست کے آئین سکھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس آئین کی خلاف ورزی سے ہماری حکومت (اگرچہ بظاہر اُس پر اسلام کا لیبل لگا ہوا ہو) فساد فی الارض بن جائے گی۔

اس حقیقت نفس الامری کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اِس ملک کے دستور کے ذریعہ سے ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبے کو خدا کے قانون کے تابع کیا جائے، اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے جاہلی تصورات سے اس کو بالکل پاک رکھا جائے۔ اگرچہ ان الفاظ سے میرا مدعا واضح ہے لیکن میں اس کو مزید واضح کرنے کے لیے یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم صرف یہ نہیں چاہتے ہیں کہ اس ملک میں شیخ الاسلامی کا کوئی منصب قائم کر دیا جائے، یا کچھ علماء کو اوقاف و مساجد کی تولیت سپرد کر دی جائے، یا مسلمانوں کے طلاق و نکاح کے مسائل کو طے کرنے کے لیے کچھ قاضی مقرر کر دیے جائیں۔ اس طرح کی باتیں جو لوگ سوچتے ہیں یا جو ان کو اسلامی حکومت کی اصلی خصوصیات سمجھتے ہیں وہ ہمارے نزدیک نہایت ہی احمق قسم کے لوگ ہیں اور جتنے ہی جلدی وہ اپنی اس حماقت کا علاج کر لیں اتنا ہی اچھا ہے۔ ہم صرف مساجد اور قبرستانوں کی تولیت کے لیے جدوجہد نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم اس خداداد مملکت کے چپے چپے پر اللہ کے دین کو قائم و جاری کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اگر ہمارے لیڈروں کو یہ غلط فہمی ہو کہ وہ اس قسم کی کچھ باتیں کر کے اس ملک کے جمہور کو مطمئن کر دیں گے تو وہ اپنے ذہن سے اس غلط فہمی کو نکال دیں۔ دس بارہ سال کی ہماری لگاتار محنت، جو دین کے صحیح تصور کے پھیلانے پر صرف ہوئی ہے، الحمدللہ اب وہ اپنا اثر پیدا کر چکی ہے اور ہماری قوم کا ذہن اب اس قدر تبدیل ہو چکا ہے کہ وہ اس قسم کی چیزوں سے مطمئن نہیں ہو سکتی۔ اب اگر وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطمئن ہو سکتی ہے تو صرف اسی بات سے ہو سکتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے کو بغیر کسی استثناء اور تفریق کے اللہ کی شریعت اور اس کے قانون کے تابع کیا جائے۔ اب ہماری قوم عیسائیت اور اسلام کے فرق کو اچھی طرح سے سمجھنے لگ گئی ہے۔ اب وہ اس بات سے ناواقف نہیں رہی ہے کہ تفریق دین و دنیا کا تصور کوئی اسلامی تصور نہیں ہے بلکہ یہ سرتاسر جاہلی تصور ہے جو مسلمانوں نے اپنے دور زوال میں عیسائیوں سے اخذ کیا ہے۔ اب ہمارے ذہین نوجوانوں سے یہ حقیقت بھی مخفی نہیں رہی ہے کہ اسلام کے دورِ اول میں اگر کوئی شخص دنیا کو دین سے الگ کرنے کی کوشش کرتا تو وہ سزا سے نہ بچ سکتا۔

تیسری چیز جو اس ملک کے دستور میں نمایاں ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس میں شہریت کے شرائط اور اس کے حقوق وہی معین ہونے چاہئیں جو اسلام نے ایک اسلامی ریاست کے لیے معین کیے ہیں اس کے چلانے کی تمام ذمہ داری صرف اُن لوگوں پر ڈالی جائے جو اسلام پر ایمان رکھتے ہوں، جو قولاً اسلام کا اقرار کرتے ہوں اور عملاً اس کے اصولوں پر گامزن ہوں۔ جو زندگی کے معاملات میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کی طرف الہام حاصل کرنے کے لیے رجوع نہ کرتے ہوں۔ میرے اس کہنے کا منشاء یہ نہیں ہے کہ اسلامی ریاست میں اُن لوگوں کے کچھ حقوق نہیں ہیں۔ جو اسلام کے اصولوں پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔ اسلامی ریاست اپنے اندر کی غیر مسلم اقلیتوں کو اس سے کہیں زیادہ حقوق دیتی ہے جتنے حقوق موجودہ زمانے کی مدعی جمہوریت حکومتیں اپنی اقلیتوں کو دیتی ہیں۔ اسلامی حکومت یہ حقوق پوری ایمانداری سے دیتی ہے، قرآن مجید اور احادیث کے احکام کے تحت دیتی ہے۔ اللہ اور رسولؐ کی ضمانت کے ساتھ دیتی ہے۔ لیکن مجھے اس بات کے ظاہر کرنے میں کوئی تردد نہیں ہے کہ ایک اصولی ریاست ہونے کی وجہ سے اسلامی ریاست اپنے چلانے کی ذمہ داریاں اُن لوگوں پر نہیں ڈالتی جو اُن اصولوں پر ایمان نہ رکھتے ہوں جن اصولوں پر اسلامی ریاست قائم ہوتی ہے۔

پھر جس طرح یہ ضروری ہے کہ ہمارے دستور میں شہریت کے شرائط وہی ہوں جو اسلام نے قرار دیے ہیں، اُسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ شہریت کے حقوق بھی وہی ہوں جو اسلام نے بخشے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان حقوق پر کسی حال میں بھی حکومت کو دست درازی کرنے کا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔ ایک اسلامی ریاست میں خدا اور اُس کے رسول کے مقرر کیے ہوئے حدود کے اندر ہر شخص آزاد ہے اور جو شخص اپنی آزادی خدا اور اس کے رسول کے مقرر کیے ہوئے حدود کے اندر استعمال کر رہا ہے اس کی آزادی کو کسی عذر اور بہانے پر بھی سلب نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی حکومت کے وجود کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ باشندگان ملک کے لیے خدا کے قانون کے تحت بالکل آزاد رہنے کے مواقع بہم پہنچائے۔ اگر حکومت یہ مقصد پورا کرنے کے بجائے لوگوں کی آزادی پر ناجائز دست درازیاں شروع کر دے تو وہ اپنا مقصدِ وجود ہی بالکل کھو بیٹھتی ہے اور اس کو اس بات کا کوئی حق نہیں باقی رہ جاتا کہ وہ لوگوں سے اطاعت کا مطالبہ کرے۔ اسلامی حکومت لوگوں پر خلافِ شریعت پابندیاں عائد کرنے اور ان کے لیے مختلف حیلوں بہانوں سے مختلف قسم کی بیڑیاں ایجاد کرنے کے بجائے اس بات کی ذمہ دار ہوتی ہے کہ اگر بندگانِ خدا کی راہ میں اس طرح کی کچھ خلافِ شریعت رکاوٹیں ہوں تو ان کو دُور کرے۔ دنیا میں ظالم اور جبار فرمانرواؤں اور حکومتوں نے انسانوں کے فطری حقوق پر جو تعدیاں اور دست درازیاں کی ہیں اسلام ان کو مٹانا چاہتا ہے نہ کہ ان کو باقی رکھنا یا ان میں کوئی اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے دستور سازوں کو اس پہلو سے ہرگز نہیں سوچنا چاہیے کہ اربابِ اقتدار کے اقتدار کو بہر شکل قائم رکھنے کے لیے دستور میں کیا کیا گنجائشیں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ بلکہ انہیں اُن رخنوں کو بند کرنا چاہیے جن سے انسانی حقوق پر چھاپے مارے جا سکتے ہیں۔

اسلام میں حکومت مقصود بالذات شے نہیں ہے۔ مقصود بالذات شے صرف اللہ کی اطاعت اور بندگی کے لیے آزادی ہے۔ حکومت اس آزادی کی حفاظت اور اس سے متمتع ہونے کے اسباب و وسائل فراہم کرنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس راہ میں جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں ان کو وہ دور کرتی ہے۔ اس راستہ میں جو خطرات پیش آتے ہیں وہ ان کو دفع کرتی ہے۔ اور اس راہ کی آخری منزل تک پہنچنے کے لیے جو چیزیں مطلوب ہوتی ہیں حکومت ان کو فراہم کرتی ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ بندگانِ خدا کی آزادی سلب کرنے کے لیے عذرات اور بہانے تلاش کرے اور خدا کی صراطِ مستقیم پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑھنے سے خدا کے بندوں کو روکے۔ وہ لوگوں کو دعوت دیتی ہے کہ اگر ان کی راہ میں کوئی مزاحمت ہو تو وہ اس کو باخبر کریں تاکہ وہ ان کی مزاحمت کو دُور کر کے ان کے لیے اس راہ کے سفر کو آسان کر دے۔

جو حکومت بندگانِ خدا کے لیے یہ چیز فراہم کر دے جس کا میں نے ابھی ابھی آپ کے سامنے ذکر کیا ہے اس حکومت کا نام ہماری اسلامی اصطلاح میں خلافت علی منہاج السنت ہے یہی حکومت ہے جس کا درجہ اور مرتبہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت سے الگ ہو کر کوئی شخص نجات نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کے لیے اپنی جان اور مال کو قربان کرنا، اس کی حفاظت میں گردنیں کٹانا، اس کے بقا اور اس کی ترقی کے لیے ہر قسم کے مصائب جھیلنا، دین و دنیا دونوں کی سعادت ہے۔ کیونکہ یہ حکومت ہمارے لیے خدا کے قانون کے تحت زندگی بسر کرنے کی آزادیاں فراہم کرتی ہے۔ اس کے زیرِ سایہ بسنے والے یہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا اور اس کی شریعت کے سوا ان کے اوپر کسی کا کوئی زور نہیں ہے اور اگر کوئی شخص ان کی اس آزادی کو سلب کرنا چاہے گا تو یہ حکومت اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ اس کی چھینی ہوئی آزادی کو واپس دلائے گی۔

اس اصولی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے میں اس ملک کے لیڈروں کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ ہمارے سابق انگریز آقاؤں کی طرح ہمارے لیے صرف مسجد کے اندر نماز اور اذان کی آزادی محفوظ کرنے کی فکر نہ فرمائیں بلکہ ایک ایسا دستور بنائیں جو انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور انسانوں کے بنائے ہوئے جابرانہ قوانین کی ہر تعدی سے محفوظ کرتا ہو۔ ایک ایسا دستور بنائیں جو ہر بندۂ خدا کو اس بات کی ضمانت دیتا ہو کہ اس کے جان و مال، اس کے فکر و خیال اور اس کے عقیدہ و رائے کی آزادی پر کوئی پابندی اُس پابندی کے سوا عائد نہیں کی جائے گی جو خدا اور اس کے رسول نے عائد کی ہے۔ ایک ایسا دستور بنائیں جو ہر شہری کو ایک طرف عام افراد کی تعدیوں سے محفوظ کرنے کی ذمہ داری لیتا ہو اور دوسری طرف خود حکومت کی بھی ہر قسم کی تعدیوں سے محفوظ رکھنے کی ضمانت دیتا ہو۔

جو ریاست خدا کے بندوں کے لیے یہ حقوق اور آزادیاں مہیا کر دے وہ ریاست خدا کی زمین پر اُس کی بہت بڑی رحمت ہے۔ اس طرح کی ریاست کے لیے ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کرنا جیسا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے عرض کیا، اُس کے شہریوں کا فرض ہے۔ اگر اِس ریاست کو کوئی خطرہ پیش آجائے تو ہمارے لیے حرام ہے کہ ہم اپنی ذات کو ریاست کی ہستی سے زیادہ عزیز رکھیں۔ اگر ریاست کی سالمیت کو کوئی معمولی سے معمولی نقصان بھی پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ہمارے لیے حرام ہے کہ ہم اپنے جسموں کے پُرزے اُڑے بغیر اُس کی سالمیت پر آنچ آنے دیں۔ ایسی ریاست کی زمین کا ایک ایک چپہ ہمارے لیے مسجد کی طرح مقدس و محترم ہے اور اُس کے تحفظ کی ہر جدوجہد ہمارے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے لیے حرام ہے کہ ریاست مدد کی محتاج ہو اور ہم اپنی جیب میں مال کا ایک حبہ یا اپنی رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی بچا کے رکھ چھوڑیں۔ اگر ریاست نے ہمارے لیے خدا کی صراطِ مستقیم کھول دی ہے اور اُس پر چلنے کے لیے جن حفاظتوں اور جن سہولتوں کے ہم محتاج ہیں وہ ساری کی ساری ہمارے لیے فراہم کر دی ہیں تو اُس نے ہمارے لیے وہ سب کچھ فراہم کر دیا جس کی ہم اِس دنیا میں تمنا کر سکتے ہیں، اس لیے اُس کے تحفظ اور اس کی ترقی کے لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی عزیز سے عزیز چیز بھی بے دریغ قربان کریں اور اس کو اللہ کی رضا کا موجب سمجھیں۔

یہ تین باتیں جو مَیں نے عرض کی ہیں یہ اسلامی دستور کی رُوح ہیں اور انہی کے معیار سے جانچ کر یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک ریاست کا مزاج اسلامی ہے یا جاہلی۔ ہم اس کو سونگھ کر دیکھ لیں گے کہ اُس کے اندر اِن چیزوں کی خوشبو پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہم نے محسوس کیا کہ یہ خوشبو اُس کے اندر موجود ہے تو ہم یہ سمجھ لیں گے کہ یہ دستور ایمان، اسلام اور قرآن کی بنیادوں پر بنا ہے۔ اور اگر یہ خوشبو ہم نے نہ پائی تو اگرچہ اس کا افتتاح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوا ہو لیکن ہم یہی سمجھیں گے کہ ہمارے لیے یہ مہلک سمیات پر مشتمل ایک نسخہ لکھا گیا ہے اور ہم کو دھوکا دینے کے لیے اس پر ھوالشافی لکھ دیا گیا ہے۔ ھوالشافی لکھ کر سمِ قاتل اور زہرِ ہلاہل کو شہد و شکر نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر ھوالشافی لکھیے تو اس میں دوائیں بھی وہی درج کیجیے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابادینِ اعظم سے لی گئی ہوں۔ اور اگر آپ ہم کو زہر پلانا چاہتے ہیں تو خدا کے لیے اُس کو ھوالشافی کے عنوان سے نہ پلائیے۔ یہ خدا اور اس کے بندوں دونوں کے ساتھ غداری ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان اصولی اور بنیادی باتوں کے علاوہ دستور کی بعض اور چیزوں کی طرف بھی یہاں اشارہ کر دینا مناسب ہوگا۔

ایک اسلامی دستور کی ضروری خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر ایگزیکٹو کی ساری مطلق العنانیوں کا پوری طرح سد باب کر دیا جائے۔ عام رعایا جس قانون کی تابع ہو، ایگزیکٹو کے ارکان بھی اسی قانون کے تابع ہوں جس طرح عام رعایا کو ان کی بدکرداریوں پر عدالتوں میں مقدمہ چلا کر سزا دلوائی جا سکتی ہے، اسی طرح ایگزیکٹو کے بڑے سے بڑے ارکان کو بھی انکی بدکرداریوں پر عام عدالتوں میں عام قانون کے ماتحت مقدمہ چلا کر سزا دلائی جا سکتی ہو۔ اسلامی شریعت میں ایگزیکٹو کا منصب صرف خدا کی شریعت کی تنفیذ اور اس کا اجرا ہے۔ ان کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خدا کی شریعت میں کوئی تغیر کر سکیں یا اس کے کسی جزو کو منسوخ کر سکیں یا اس کے کسی حصے کو من مانے قوانین سے بدل سکیں۔ اسلامی شریعت کے اندر محمد رسول اللہ صلعم بھی اسی طرح اللہ کے قوانین کے تابع ہیں جس طرح ایک عام مسلمان ان قوانین کے تابع ہے۔ اس وجہ سے اسلامی نظام کے اندر ایگزیکٹو کا کوئی اونچا سے اونچا فرد بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنے لیے قانون سے بالاتر کوئی مقام مخصوص کرنے کی کوشش کرے، یا قانون کو معطل یا ملتوی کرنے کی جرأت کرے۔ اسلامی قانون خدا اور اس کے رسول کا بنایا ہوا ہے اور خدا اور خدا کے رسول کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کے اندر ترمیم یا تغیر کر سکیں۔ کسی دوسرے کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اس کے اندر سرمو تغیر کر سکے۔

اگر آپ نے اپنے دستور کے اندر کوئی ایسا خلا چھوڑا جو آپ کے ایگزیکٹو کے ارکان کو اس بات کا موقع دیتا ہو کہ وہ کسی پہلو سے اپنے آپ کو عام قانون سے بالاتر بنا سکیں تو آپ اس ملک میں قیصر و کسریٰ کا نظام ہی لائیں گے، وہ نظام نہیں لائیں گے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے قائم کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے جو نظام قائم کیا تھا اس کی سب سے بڑی خصوصیت کا اظہار خود حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس طرح فرما دیا تھا "کہ میں تمہارے اندر خدا کی شریعت کو جاری کرنے والا ہوں، اپنی طرف سے کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں۔ اور اگر میں اس شریعت سے سرمو انحراف کروں تو تم مجھے ٹھیک کر دینا"۔

اسی طرح عدلیہ سے متعلق بھی دستور میں چند باتوں کی تصریح نہایت ضروری ہے جو عدلیہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزاج کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہیں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ عدلیہ کو ایگزکٹو کی ہر قسم کی مداخلت کے امکانات سے بالکل محفوظ کیا جائے تاکہ بے لاگ انصاف، جو ہر عدلیہ کے قیام کا اصلی مقصد ہے، ہر شخص کو حاصل ہو سکے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ ہر باشندۂ ملک کے لیے مفت عدل و انصاف مہیا کرنے کی ذمہ داری لی جائے تاکہ ہر مظلوم بغیر کوئی قیمت ادا کیے انصاف حاصل کر سکے۔ اسلامی نظام میں ہر مظلوم کا حکومت پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اس کی دادرسی ہو، اس کو اس کا چھنا ہوا حق ملے، اور اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ یہ بات نہایت ہی شرمناک ہے کہ ایک شخص کو اپنا واجبی حق حاصل کرنے کے لیے قیمت ادا کرنی پڑے۔ جس نظام میں لوگوں کو اپنے واجبی حقوق حاصل کرنے کے لیے بھی قیمت ادا کرنی پڑتی ہو وہ نظام ہرگز اسلامی نظام نہیں ہو سکتا۔ خلافتِ راشدہ میں کسی شخص کو بھی اپنی مظلومیت کی داد حاصل کرنے کے لیے کوئی قیمت نہیں ادا کرنی پڑتی تھی۔ جو شخص مظلوم ہوتا حکومت پر اس کا یہ ناقابلِ انکار حق قائم ہو جاتا کہ وہ اس کے لیے انصاف مہیا کرے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ ہمارے دستور میں اس بات کی ضمانت دی جائے کہ راعی اور رعایا، حاکم اور محکوم، امیر اور مامور ہر ایک کے لیے ایک ہی قانون اور ایک ہی نظامِ عدالت ہوگا۔ اسلامی شریعت میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قانون اور نظامِ عدالت میں کسی قسم کی تفریق کی جا سکے۔ جاہلی نظاموں میں قانونی مساوات کا دعویٰ تو بڑی بلند آہنگی سے کیا جاتا ہے اور ہر ملک کے دستور میں قولاً اس بات کی ضمانت دی جاتی ہے کہ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہوں گے لیکن عملاً نہ صرف ایگزکٹو کے ارکان، نہ صرف جمہوریتوں کے صدر، نہ صرف ملک کے بادشاہ، بلکہ بعض حالات میں پارلیمنٹوں کے ارکان اور ملک کے دوسرے شرفاء و اعیان کو بھی عام قانون اور عدالتوں کی داروگیر سے بالکل بالاتر کر دیا جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال ایک خالص جاہلی صورتِ حال ہے جس کو اسلام سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں! اسلام میں غریب اور امیر، امیر اور مامور سب کے لیے ہر حالت میں ایک ہی قانون اور ایک ہی نظامِ عدالت ہے۔ اور اسلام نے اس بات کو کسی حال میں بھی روا نہیں رکھا ہے کہ قانون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عدالت کے نظام میں سرِ مو کوئی تفریق کی جائے۔ یہ مسئلہ کوئی استنباطی اور اجتہادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں قرآن اور پیغمبر صلعم کی واضح تصریحات بھی موجود ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد کی متعدد عملی اور واقعاتی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض ترفع پسند سرکاری حکام نے حضرت عمرؓ کے سامنے حکومت کی ساکھ قائم رکھنے کے لیے یہ خیال پیش کیا تھا کہ ایگزیکٹو کے ارکان کو عام قانون اور عام عدالتوں کی دارو گیر سے ایک حد تک بالاتر کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اُن کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ اور صاف صاف یہ فرمایا کہ اسلامی شریعت میں جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون سے بالاتر کوئی جگہ حاصل نہیں تھی تو میں کسی دوسرے کو قانون اور عدالت کی دارو گیر سے، کسی درجے میں بھی سہی، کس طرح بالاتر قرار دے سکتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کے اس اعلان نے اس حقیقت کو بالکل غیر مشتبہ طور پر واضح کر دیا کہ اسلام نے ہر شخص کے لیے قانونی مساوات کا جو حق تسلیم کیا ہے وہ حق ایسا نہیں ہے جو ایک طرف قانونی مساوات کے بلند بانگ دعوے کے ساتھ لوگوں کو دیا جائے اور دوسری طرف انتظامی قوانین (Administrative Laws.) کے ہتھکنڈوں کے ذریعے اُس حق کو بالکل سلب کر لیا جائے اور معاشرے کے اکابر مجرمین کو قانون اور عدالت سب کی گرفت سے بالکل آزاد کر دیا جائے تاکہ وہ خدا کی زمین کو ظلم اور فساد سے بے روک ٹوک بھرتے رہیں۔

اسلام نے جس قانونی مساوات سے دنیا کو آشنا کیا ہے اُس کی میزان میں فاطمہ بنت محمدؐ اور ایک معمولی بدوی عورت بالکل مساوی درجہ پر ہیں۔ حضرت عمرؓ ایک معمولی بدوی کی پشت پر جس طرح کوڑے لگوا دیتے تھے اُسی طرح ایک بڑے سے بڑے گورنر اور بڑے سے بڑے فاتح کو بھی، اگر کسی جرم کا مرتکب پاتے تو بے تکلف عام قانون کے تحت اُس کو سزا دلوا دیتے۔ وہ جس قانون کو دوسروں پر جاری کرتے تھے اپنے آپ کو بھی اسی قانون کے ماتحت سمجھتے تھے اور برابر یہ کہا کرتے تھے کہ جس طرح میں دوسروں کو انصاف کے آگے جھکاؤں گا اسی طرح خود اپنے آپ کو بھی انصاف کے آگے جھکاؤں گا۔ حقیقت سے متعلق ہمارے دستور کو اس بات کی تصریح کرنی چاہیے کہ وہ قانون سازی کے معاملے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اول تو کتاب و سنت کو اصل ماخذ تسلیم کرے گی، ثانیاً وہ کتاب و سنت اور اجماعِ صحابہ کے حدود کے خلاف کبھی کوئی قدم نہ اٹھائے گی۔ عام تدابیر اور مصالح کے لیے اُس کو قانون سازی کا حق حاصل ہے، لیکن یہ حق اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ کوئی قانون خدا اور رسولؐ اور اجماعِ صحابہ کے خلاف نہیں بنایا جائیگا۔ جو قانون خدا، اس کے رسول اور اجماعِ صحابہ کے خلاف ہو وہ اسلام میں باطل ہے۔

اسی طرح ہمارے ائمہ اور فقہاء نے جو اجتہادات فرمائے ہیں وہ بڑی قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ ہمارے ائمہ اجتہاد کے تمام شرائط کے حامل تھے اس لیے، اگرچہ ان کے اجتہادات اور استنباطات کو غلطی سے مبرّا نہ قرار دیا جا سکے، تاہم یہ کہنا کچھ بیجا نہیں ہے کہ بحیثیت مجموعی حق و صواب سے جس قدر اقرب ان کا اجتہاد ہے دوسروں کا اجتہاد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کوئی ایسا اجتہاد جو تمام ائمہ کے اجتہاد سے مختلف ہو نہ عامۂ مسلمین کو مطمئن کر سکے گا نہ اہلِ علم کو۔ پس حق سے قریب تر راہ اس معاملہ میں یہ ہے کہ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے جو تمام ائمہ اہلِ سنت کے اجتہاد کے خلاف ہو بلکہ انہی میں سے جس کی رائے کتاب و سنت اور شریعت کے مقتضیات سے زیادہ اقرب نظر آئے اختیار کر لی جائے اور اسی کے مطابق قانون بنایا جائے۔

اب میں مختصراً آپ کو یہ بتاؤں گا کہ ہم اس ملک کی تعلیمی و تمدنی اور معاشرتی و معاشی زندگی میں کس قسم کے تغیرات چاہتے ہیں۔ اگرچہ ان مسائل پر مجھے تفصیل سے کچھ کہنے کا موقع نہیں ہے، تاہم بعض اشارات ضروری ہیں تاکہ فی الجملہ ہمارا نقطۂ نظر آپ پر واضح ہو سکے۔

میں سب سے پہلے تعلیم کے متعلق کچھ کہوں گا۔ اس مسئلہ کو مقدم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس ملک میں کوئی تبدیلی اور کوئی اصلاح ہونی ہے تو وہ بہرحال تعلیم کی اصلاح ہی سے شروع ہو سکتی ہے۔ تعلیم ہی ہر اصلاح و تغیر کی بنیاد ہے۔ اگر تعلیم کی اصلاح نہ ہوئی تو اس ملک میں اصلاح و تغیر کا کوئی قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکے گا۔

آپ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ ہمارے ملک میں تعلیم کے نام سے آج جو ربانہ بجایا جا رہا ہے وہ بعینہٖ وہی ربانہ ہے جو انگریز ہمیں بجانا سکھا گیا تھا۔ انگریزوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے یہ نظام تعلیم اس ملک میں اس لیے نہیں جاری کیا تھا کہ اس سے آپ کی خودی بیدار ہو۔ آپ کی نسلیں خود اپنی تاریخ، خود اپنے فلسفے اور خود اپنے قومی و ملی مقاصد سے آشنا ہوں۔ ان کی رگوں کا خون خود ان کی اپنی پامالیوں پر غیرت و حمیت سے جوش میں آئے۔ ان کا اپنا ماضی، جو فراموش ہو چکا ہے، از سرِ نو ان کے حافظہ کی نگاہوں کے سامنے آن کھڑا ہو اور ان کو مستقبل کی اولوالعزمیوں کے لیے دعوتِ عمل دے۔ بلکہ انہوں نے یہ نظامِ تعلیم اس لیے جاری کیا تھا کہ اس ملک میں ان کو جو اقتدار حاصل ہو گیا تھا اس کی گاڑی کھینچنے کے لیے انہیں دیسی قلی حاصل ہوتے رہیں۔ لارڈ میکالے اور اس کی ذریات کو ہمارے ساتھ اتنی ہمدردی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اس ملک میں کوئی ایسا نظامِ تعلیم جاری کرتے جو ہم کو خود ہمارے نصب العین سے آشنا کرتا۔ لیکن ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے کئی سال بعد تک بھی اس نظامِ تعلیم میں سرِ مُو کوئی تبدیلی نہیں کی گئی اور اگر کوئی تبدیلی کی گئی ہے تو وہ اس غرض کو پیشِ نظر رکھ کر ہرگز نہیں کی گئی ہے کہ اس کو کچھ اپنے قومی یا ملی حوصلوں کے لیے سازگار بنایا جائے بلکہ اس رنگ کو اور زیادہ تیز اور شوخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو انگریز اس پر چڑھا گیا تھا۔

اس نظامِ تعلیم سے اگر کسی شخص کو تھوڑی بہت بھی واقفیت ہے تو وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ ہمارے نوجوانوں کے اندر اسلام کے بجائے جاہلیت کا احترام پیدا کرتا ہے۔ یہ ہماری اپنی نسلوں کی نگاہوں میں ان کے ماضی کو حقیر ٹھہراتا ہے۔ یہ ہمارے اپنے فرزندوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کو گالیاں دیں۔ اگر اس نظام کے تحت تعلیم پا کر کوئی شخص اپنے بزرگوں کو گالیاں نہیں دیتا تو یا تو وہ ایک مادرزاد ولی ہے یا پھر وہ اس نظامِ تعلیم کا صحیح فرزند نہیں ہے۔ ورنہ اس میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ انگریزوں نے اس کو اسی مقصد کے لیے جاری کیا تھا کہ ہماری نئی نسلوں کی خودی مر جائے، ہمارا خون ٹھنڈا پڑ جائے، ہماری غیرت مُردہ ہو جائے، ہمارا اخلاق بے جان ہو جائے، ہم ہر قسم کی ایمانی و اخلاقی حس سے محروم ہو جائیں، ہم انگریز کی گاڑی کھینچیں اور اس بات پر فخر کریں کہ ہم انگریز کی گاڑی کھینچتے ہیں، ہم انگریز کی نقالی کو شرف سمجھیں، اس کے علم کے آگے اپنے علم کو حقیر جانیں، اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب کے سامنے اپنی تہذیب سے شرمائیں، یہاں تک کہ اس کے دین کو بھی اپنے دین سے اعلیٰ و اشرف سمجھیں، گو اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کا اعلان عام طور پر نہ کر سکیں۔

یہ نظامِ تعلیم ہے جو بغیر کسی تغیر کے ہمارے اوپر آج تک مسلط ہے۔ اس کے اندر نہ صرف یہ کہ کوئی تغیر نہیں کیا گیا ہے بلکہ میں اگر یہ کہوں کہ اس کے اندر کسی تغیر کا صحیح احساس بھی ابھی تک ہمارے کارفرماؤں کے اندر نہیں پیدا ہوا ہے تو شاید یہ کہنا بیجا نہ ہو۔ بلکہ اس سے زیادہ مایوس کن بات یہ ہے کہ یہ تغیر پیدا کرنے کے لیے جس علم و شعور کی ضرورت ہے وہ بھی مفقود نظر آتا ہے۔ اس نظامِ تعلیم کو اس کے سابق معیار پر چلانے کے لیے جو صلاحیت درکار ہے وہ بھی روز بروز کم ہوتی جارہی ہے اور اس کو بڑھانے یا کم از کم اس کے سابق معیار پر قائم رکھنے کی کوئی کوشش بظاہر نہیں کی جارہی ہے۔

اُفق پر ستارۂ صبح نمودار ہو چکا ہے لیکن ابھی ہمارے اربابِ بست و کشاد خراٹے لے رہے ہیں۔ قرارداد مقاصد کی صبح صادق طلوع ہو چکی لیکن ہمارے تعلیمی ذمہ داروں کے یہاں ابھی آدھی رات ہے۔ قوم نے ایک نئی راہ پر چلنے کے لیے اعلان رحیل کر دیا لیکن ابھی سالارانِ قافلہ کو خبر بھی نہیں کہ کوئی سفر درپیش ہے۔ قوم آزاد ہو چکی ہے اور اس کے کندھوں پر ایک آزاد قوم کی ذمہ داریاں لد چکی ہیں لیکن ہماری نئی پود کو ابھی تک یہی سکھایا جارہا ہے کہ ہمارا تو نہ کوئی ماضی ہے نہ مستقبل، ماضی اور مستقبل تو درحقیقت انگریز کا ہے۔ قوم نے ہاتھ میں قرآن اٹھا لیا اور یہ اعلان کر دیا کہ ہمیں اپنا مستقبل اسی کتاب کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق تعمیر کرنا ہے لیکن ہماری تعلیم ابھی تک لارڈ میکالے کے منصوبوں کے مطابق ہی ہوتی چلی جارہی ہے۔ تقریروں میں اعلان ہو رہا ہے کہ ہم خیرِ امت اور شہداء اللہ فی الارض ہیں لیکن ہماری تعلیم گاہوں میں ابھی تک وہی ہڈیاں چچوڑی جارہی ہیں جو انگریز نے ہمارے سامنے پھینکی تھیں۔

ہم اس فاسد نظامِ تعلیم کو یک قلم بدل دینا چاہتے ہیں، اور اس کو بدل کر از سرِ نو اس کو کتاب و سنت کی بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ایک امتِ مسلمہ کی حیثیت سے ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں ہم ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے اپنی نئی نسل کو تیار کر سکیں اور ہماری قوم نے قرارداد مقاصد کے ذریعہ سے جس نصب العین کا اظہار کیا ہے اس نصب العین کی طرف ہم بڑھ سکیں۔

اس سے کسی کو یہ غلط فہمی ہرگز نہ ہو کہ ہم تمام سائنٹفک ترقیات اور تمام موجودہ علمی اور فلسفیانہ کوششوں پر خطِ نسخ پھیر دینا چاہتے ہیں۔ ہم تو ان ساری چیزوں کی تعلیم اس سے کہیں زیادہ اہتمام سے دینا چاہتے ہیں جس اہتمام سے اس وقت ان کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ لیکن ہم یہ تعلیم کتاب و سنت کی روشنی میں دینا چاہتے ہیں تاکہ ان علوم سے جو فکری و نظری استعداد حاصل ہو وہ کجروی اور گمراہی نہ پیدا کرے اور ان سے جو عملی قوت و طاقت حاصل ہو وہ دنیا کے اندر فساد کا ذریعہ نہ بنے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے نوجوان ان چیزوں کو مقلدانہ اور مرعوبانہ ذہنیت کے ساتھ نہ حاصل کریں بلکہ پوری ایمانی بصیرت اور مومنانہ فراست کے ساتھ حاصل کریں تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اپنی اور دنیا کی صحیح خدمت انجام دے سکیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پچھلے پچاس سالوں کے اندر دنیا نے ایجادات و تحقیقات میں بڑی ترقیاں کی ہیں لیکن یہ ساری ترقیاں اصلاح و تعمیر کے بجائے افساد و تخریب کی راہ میں صرف ہوئی ہیں اور برابر ہو رہی ہیں۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی ان تمام تحقیقی و اکتشافی سرگرمیوں میں اس روشنی سے بالکل محروم رہا ہے جو انسان کو انسانیت کی راہ دکھاتی ہے۔ ہم اس راہ سے ہٹ کر ایک ایسا نظامِ تعلیم قائم کرنا چاہتے ہیں جو ایک طرف تو انسان کی قوتِ ایجاد و اکتشاف کو اور اس کی صلاحیتِ فکر و نظر کو زیادہ سے زیادہ اُبھارے، دوسری طرف اس کو وہ بصیرت بھی عطا کرے کہ وہ ان طاقتوں کو صحیح طور پہ کام میں لاسکے

نظامِ تعلیم کی تبدیلی کے بعد ہم اس ملک کے نظامِ تمدن و معاشرت کو بھی بدلنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پچھلے دورِ غلامی نے جس طرح ہمارے نظامِ تعلیم کو بالکل مسخ کر دیا ہے اسی طرح ہماری معاشرتی اور تمدنی زندگی کے خط و خال بھی اس نے بگاڑ ڈالے ہیں۔ انگریزوں کے دورِ غلامی میں قدرتی طور پر یہ ناممکن ہو گیا کہ ہمارا تمدن خود اپنی فطری رفتار اور اپنے فطری تقاضوں کے مطابق بڑھ سکے۔ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک اجنبی تہذیب و تمدن کی آکاس بیل نے سوار ہو کر اس کی اپنی صلاحیتوں کو بالکل نچوڑ دیا اور اسے برگ و بار لانے کی قوت سے بالکل محروم کر دیا۔ انگریزی تہذیب کے اثرات نے ہماری تہذیب میں نہایت بدنما اور بھونڈی قسم کی ناہمواریاں پیدا کر دیں۔ ہماری معاشرت میں نہایت ناگوار قسم کے اونچ نیچ نمایاں کر دیے۔ ہمارے اندر ایک بہت بڑا طبقہ ایسا پیدا کر دیا جو تہذیب و معاشرت میں بالکل ان کا نقال بن گیا۔ تہذیب و معاشرت میں نقالی قدرتی طور پر بدتہذیبی، چھچھورپن اور بھونڈا پن پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ ہم کو نہایت شرمندگی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہماری تہذیب میں یہ بیماریاں بھی پیدا ہو چکی ہیں۔

ہم اپنی تہذیب کو اس آکاس بیل کے چنگل سے آزاد کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے فطری تقاضوں کے مطابق بڑھ سکے۔ ہم اس کے اندر سے غیر اسلامی اونچ نیچ کو ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کے اندر صحیح اسلامی مساوات کا حسن و جمال نمایاں ہو سکے۔ ہم اس کو نقالی کے بھونڈے اثرات سے بالکل پاک کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری تہذیب پر بدتہذیبی اور چھچھورپن کی ذلت جو مسلط ہو گئی ہے اس سے پاک ہو کر یہ ایک شاندار ماضی رکھنے والی قوم کی تہذیب کی حیثیت سے نمایاں ہو سکے۔

یہ بے حجابی و عریانی جس کے طوفان سے آپ ہر قدم پر دوچار ہیں۔ یہ نمائش حسن اور آرائش جمال جس کی بیباکیوں سے ہر گلی میں ایک ہنگامہ بپا ہے۔ یہ زنا اور فواحش کے اڈے، یہ قحبہ خانے اور یہ شراب خانے جن سے ہر گوشہ میں آپ کو سابقہ ہے۔ یہ ہماری تہذیب کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ زیادہ تر مغربی تہذیب کی آلودگیاں ہیں۔ اور اگر ہم اس ملک میں صحیح اسلامی تہذیب و معاشرت کو لانا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم پہلے اس لعنت کو ختم کریں۔

ہم اپنی ماؤں اور بہنوں کو یہ بتائیں گے کہ آپ کے لیے نمونہ مغربی متبرجات کی زندگیاں نہیں ہیں بلکہ آپ کو مائی عائشہؓ اور بی بی فاطمہ زہراؓ کے نمونوں کی تقلید کرنی ہے۔ ہم ان کے آگے موجودہ تہذیب کے شیطانی اصولوں کی جگہ ان اصولوں کو رکھنا چاہتے ہیں جو ان کے لیے خدا نے سورۂ نور، سورۂ احزاب اور سورۂ تحریم میں اتارے ہیں۔ ہم ان سے یہ کہیں گے کہ آپ نسل آدم کے لیے فتنہ نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں بلکہ آیۂ رحمت بنیں۔ آپ کی کوکھوں سے خبیثوں و خبیثات کی بس بھری فصل نہ اُپجے بلکہ آپ کی گودوں میں طیبوں و طیبات پلیں اور پروان چڑھیں۔ آپ کے دودھ سے وہ غازی پرورش پائیں جو زندگی کے باطل نقوش کو مٹائیں اور حق کے ایسے نقوش ثبت کریں جو انسانیت کے لیے رہنما ہوں۔ آپ ایسی لایعنی، ایسی ہیچ اور پوچ، ایسی لچلچی، اور ایسی بے جان نسل کو جنم نہ دیں جو ہر ایک کے پیچھے بھاگے اور ہر ایک کی صدا پر لپکے۔

ہم اپنی ماؤں اور بہنوں کو یہ بتائیں گے کہ آپ کی قدر و قیمت آپ کی بے حجابی و عریانی میں نہیں ہے بلکہ آپ کی عفت و پاکدامنی میں ہے۔ ہم اُن سے یہ کہیں گے کہ آپ کا جمال سرخی و پاوڈر کا رہینِ احسان نہیں ہے بلکہ آپ کی زینت اُن اخلاق و عادات سے ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے آپ کو سکھلائے ہیں۔ ہم اُن کو آگاہ کریں گے کہ آپ کی محبوبیت و دلربائی کا راز آپ کی ساڑیوں اور آپ کے غراروں میں نہیں ہے بلکہ اُس لباسِ تقویٰ و عفت میں ہے جو خدا کی شریعت نے آپ کو پہنایا ہے۔

ہم اپنی بہنوں کو دعوت دیں گے کہ وہ اُس پاکیزہ اسلامی تہذیب کے قائم کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ یہ ہمارا اور ان کا ایک مشترک کام اور مشترک فریضہ ہے۔ شیطان کی تہذیب پھیلانے والوں اور پھیلانے والیوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے۔ اُس کے بندے اور بندیاں ہر جگہ اپنے کام میں مشغول ہیں۔ البتہ اللہ کی تہذیب کو پھیلانے والے مردوں میں بھی کم ہیں اور عورتوں میں بھی اُن کی تعداد تھوڑی ہے۔ ہم اپنی بہنوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس خدائی فوج میں بھرتی ہوں اور خدا کے اس کام کو انجام دے کر اس کی رضا حاصل کریں۔

ہم اس ملک کے معاشی نظام کو بھی بدلنا چاہتے ہیں۔ ہمارا موجودہ معاشی نظام ان تمام خرابیوں کا حامل ہے جو انگریزوں کی خود غرضی اس ملک کے معاشی نظام میں پھیلا سکتی تھی۔ انگریز نے اس ملک میں ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس ملک کے تمام فوائد کو خود سمیٹ سکے۔ اپنے اس کام میں مدد دینے کے لئے اس نے اپنے کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایجنٹ بھی رکھے اور ان کی خدمات ظلم کے صلہ میں اُنہیں بھی اس لُوٹ کے نظام میں کچھ فوائد پہنچائے یہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہے اور اگر اس کو بزورِ قوت قائم رکھنے کی کوشش کی گئی جیسا کہ اس وقت کی جا رہی ہے، تو اس سے بڑے خطرناک نتائج کے پیدا ہونے کے امکانات ہیں انگریزوں نے دولت کو ایک محدود طبقہ کے اندر سمیٹ دینے کے لیے جو راہیں کھول دی ہیں ہم ان کو بالکل بند کر دینا چاہتے ہیں۔ اسلام نے دولت اور وسائلِ دولت کو زیادہ سے زیادہ پھیلا دینے کے لیے جو ضابطے بنائے ہیں ہم ان کو جاری کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کی کمائی کو ناجائز طریقہ پر گھسیٹنے کے جو ہتھکنڈے ایجاد کیے گئے ہیں ہم ان سب کو بند کر دینا چاہتے ہیں۔ سوسائٹی کے معذور و کمزور اور نادار افراد کی ذمہ داری ہم ریاست پر ڈالنا چاہتے ہیں کہ وہ ان کی تمام ضروریات کی کفالت اپنا مقدم ترین فرض سمجھے۔ ایک اسلامی نظام میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ چیز گوارا نہیں کی جا سکتی کہ کچھ لوگ دادِ عیش دیں اور دوسرے نانِ شبینہ کے بھی محتاج ہوں، کچھ لوگوں کے لیے ترقی اور کامیابی کی غیر محدود راہیں کھلی ہوئی ہوں اور دوسرے اپنی ناداری کی وجہ سے نہ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا علاج کرا سکیں نہ اپنے بچوں کو ضروری تعلیم دلا سکیں۔

ہم اس ملک میں وہ معاشی نظام جاری کرنا چاہتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلعم نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں جاری کیا تھا۔ جس میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، حاکم بھی تھے اور محکوم بھی، زمینوں کے مالک بھی تھے اور کاشتکار بھی، لیکن اُن کے درمیان کوئی کشمکش نہ تھی، کوئی تصادم نہ تھا، کسی کے لیے جبر و ظلم اور استحصالِ ناجائز کا کوئی امکان نہ تھا۔ غربت اس طرح اُس ریاست سے رخصت ہو گئی تھی کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے اصحابِ حیثیت ضرورت مندوں کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ اُن کی مدد کریں مگر کوئی طالبِ مدد محتاج ان کو نہیں ملتا تھا۔ نزاع اور تصادم کے تمام امکانات کا اس طرح خاتمہ ہو گیا تھا کہ ایک ایسے ملک میں جہاں لوگ بات بات پر لڑنے جھگڑنے کے عادی تھے، وہاں مدتیں گذر جاتی تھیں لیکن عدالتوں میں کوئی مقدمہ نہیں آتا تھا۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خبر گیری اور ان کی کفالت کا یہ اہتمام تھا کہ ایک مسلم تو درکنار ایک ذمی بھی اگر بھیک مانگتا نظر آ جاتا تو حضرت عمرؓ

م۔ بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیتے

© rasailojaraid.com